IQBAL REVIEW (67: 2)
(April– June 2026)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

فکرِ اقبال میں زندگی اور تصوف کا عملی تصور: قرآنی تناظر میں ایک مطالعہ

The Practical Concept of Life and Sufism in Iqbal's Thought: A Qur'anic Perspective

محمد مبشر بیگ

ABSTRACT

This study examines the concept of life and Sufism in the thought of Allama Muhammad Iqbal, with particular reference to the Qur'anic understanding of purposeful existence, moral responsibility, selfhood, love, and action. The article begins by discussing the meaning of life as a limited yet valuable opportunity, which the Qur'an presents as a test of human conduct and moral excellence. It then explores Iqbal's view that life is not a passive biological condition but a dynamic, creative, and spiritual struggle through which the human being discovers the power of Khudi and moves toward higher moral and spiritual realization. The study further analyzes Iqbal's critique of those forms of Sufism that promote monasticism, withdrawal from the world, fatalism, and inactivity. Iqbal rejects such passive and non-Islamic

tendencies because they weaken human personality and detach the believer from social responsibility. In contrast, he appreciates true Islamic Sufism, which is rooted in the Qur'an and Sunnah and is based on sincerity, purification of the self, love of God, moral action, and service to humanity. For Iqbal, genuine Sufism does not lead to escape from life; rather, it strengthens the individual to participate actively in the world with faith, courage, and creative energy. The article argues that Iqbal's philosophy of life and Sufism is deeply action-oriented. His ideal human being is one who combines spiritual awareness with practical struggle, inner purification with social engagement, and love of God with service to creation. The study concludes that Iqbal's understanding of life and Sufism offers a balanced Islamic framework that rejects stagnation and monastic withdrawal while affirming self-realization, purposeful action, and spiritual transformation.

Keywords: Iqbal, Philosophy of Life, Islamic Sufism, Khudi, Qur'anic Perspective, Self-Purification, Action, Spiritual Awakening, Monasticism, Love of God

زندگی کیا ہے؟ یہ سوال ہر انسان کے ذہن میں موجود ہے۔ اگر اردو لغت میں دیکھیں تو زندگی کے معنی "حیات" کے ہیں۔ یعنی سانس لینا، حرکت کرنا، شعور رکھنا۔ اصطلاح میں زندگی سے مراد اس سے کہیں گناہ وسیع ہے۔ زندگی محض جسمانی حرکت یا زندہ رہنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل پیغام، ایک امتحان، ایک سفر اور ایک مقصد ہے۔ " زندگی اس لمحے کا نام ہے، جس میں انسان جی رہا ہے، نہ وہ زندگی ہے جو گزر گئی، اور نہ وہ جو آنے والی ہے"۔ مگر زندگی کے متعلق ہر انسان کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ کوئی زندگی کو محض ذمہ داریوں کا محوار قرار دیتا ہے، تو کوئی اسے ایک محدود سفر، کوئی اسے راحت کے دو لمحے اور کوئی کل کے انتظار کو زندگی کہتا ہے۔ جس میں کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی راحت و پریشانی، اور کبھی عروج و زوال جیسے لمحات آتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ زندگی کو جہد مسلسل کا نام بھی دیتے ہیں۔ یعنی ہر انسان کی ایک الگ سوچ ہے اور وہ اپنی اسی سوچ کو زندگی کہتا ہے۔ زندگی کی مخصوص تعریف کرنا ممکن نہیں، کوئی انسان یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ اس نے زندگی کا مطلب جان لیا ہے۔ لہٰذا اس کو اسی مخصوص طریقے سے گزارنا چاہیے، کیوں کہ زندگی ہر لمحہ اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔

جس طرح جب ایک انسان بیزار ہوتا ہے، تو اسے زندگی بے معنی لگنے لگتی ہے۔ جب وہ خوش ہوتا ہے، تو اسے زندگی ایک رنگ بھری مہک اور خوشبو دکھائی دیتی ہے۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے، تو اسے لگتا ہے کہ موت کا نام ہی زندگی ہے۔ بہر حال اگر دیکھا جائے تو زندگی کی کوئی بھی تعریف کی جائے یہ بات اٹل ہے کہ یہ محدود ہے اور جو چیز محدود ہوتی ہے، اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ زندگی کا وقت محدود ہے، اس لیے وہ بہت قیمتی ہے ۔ قرآن میں زندگی کو ایک امتحان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک ایسا امتحان جس کا ایک نہ ایک نتیجہ مقرر کیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن میں متعدد بار زندگی کا ذکر کیا گیا۔ ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ

ترجمہ : وہ (اللہ) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون بہتر عمل کرتا ہے، اور وہی غالب، بخشنے والا ہے۔[1]

اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالی نے زندگی کو محض عیش و عشرت یا وقت گزاری کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ یہ ایک امتحان ہے جس میں انسان کے اعمال کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ کون

زیادہ عرصہ جیتا ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کون زندگی کو بہتر طریقے سے جیا اور پھر یقیناً اللہ کے ہاں اس کا انعام بھی موجود ہے۔ جس طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

ترجمہ: جو کوئی نیک عمل کرے، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مؤمن ہو، ہم اُسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔[۲]

یعنی وہ شخص جو اس دنیا میں زندگی کو بہترین طریقے سے جیتا ہے۔ نیک عمل کرتا ہے، تو اسے انعام کی شکل میں ایک سکون بھری زندگی عطا کی جائے گی۔ جس سے وہ مطمئن اور خوش ہو جائے گا۔ یک اور جگہ اللہ انسان کو دعا سکھاتا ہے، جس میں دنیا اور آخرت کی زندگی میں بھلائی طلب کی جا رہی ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔[۳]

درج بالا آیات سے یہ واضح ہے کہ اللہ نے زندگی کو بامقصد بنایا ہے۔ آخرت کی زندگی، جنت اور دوزخ کا انحصار بھی دنیا کی زندگی پر ہے۔ جس نے دنیا کی زندگی میں خود کو بہتر ثابت کیا، آخرت میں صرف اسی کے لیے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی دنیا کی زندگی سے لاتعلقی ظاہر کرتا ہے تو وہ درست سمت میں نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی معنی خیز اور دلچسپ ہے۔ جسے جینے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف گزارنے کا کہا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنے مرض سے پہلے، اپنے مال دار ہونے کو اپنی محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔"[۴]

اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ زندگی بہت قیمتی ہے۔ اس کے قیمتی لمحات کو ضائع نہ کریں کیوں کہ یہ لمحات کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ جس طرح جوانی، صحت، مال و دولت اور فرصت کے لمحات کو غنیمت کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی زندگی نہایت مختصر ہے۔ اور اس مختصر مدت میں انسان کو بہترین کارکردگی پیش کر کے خود کو سرخ رو کرنا ہے۔

علامہ اقبالؒ کے نزدیک زندگی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ اس جدوجہد کی بدولت ہی انسان اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کر کے اپنے وہ تمام مقاصد پورے کر سکتا ہے، جس کے لیے وہ دن رات تگ و دو کرتا ہے۔ ان کے مطابق زندگی کا راز کوشش میں پوشیدہ ہے۔ انسان کوشش کی ہی بدولت اس راز کو عیاں کر سکتا ہے۔ اقبالؒ کے بقول زندگی پُر امید لوگوں کے لیے ہمیشہ رواں دواں رہتی ہے اور وہ

لوگ جو مایوس ہو جاتے ہیں، ان کے لیے زندگی کا سفر رک جاتا ہے۔ وہ خود کو ایسے لوگوں میں شمار کرتے ہیں جو عملی جدوجہد سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ جس طرح ان کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلبی[5]

*****

گریز کشمکشِ زندگی سے، مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست![6]

علامہ اقبالؒ زندگی کو شعلے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ شعلہ غیرت مند اور ہنگامہ برپا کرنے والا ہے۔ زندگی کی فطرت میں مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا لازم ہے۔ یعنی وہ زندگی کو مسلسل کوشش، کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آرام و سکون زندگی کا حصہ نہیں ہے۔ کیوں کہ زندگی میں کامیاب انسان وہی ہے، جو مسلسل حرکت میں رہتا ہے۔ جمود کا نام موت ہے۔

اقبالؒ زندگی کو ایک سادہ حیاتیاتی یا جسمانی کیفیت نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک یہ ایک باطنی، روحانی اور انقلابی قوت ہے۔ وہ زندگی کو ایک ارتقائی سفر سمجھتے ہیں ۔جو مسلسل جدوجہد، خودی کی شناخت اور خدا سے قرب حاصل کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ وہ زندگی کو بے مقصد اور جامد قرار نہیں دیتے بلکہ اس کو ایک آزمائش، جہاد اور مسلسل ارتقاء کا نام دیتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اقبالؒ کا یہ فلسفہ قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ اقبالؒ کے چند مزید اشعار دیکھئے:

سمجھتا ہے تُو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی[7]

*****

زندگی انساں کی اک دَم کے سوا کچھ بھی نہیں
دَم ہوا کی موج ہے، رم کے سوا کچھ بھی نہیں
گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر
شمع بولی، گریہ غم کے سوا کچھ بھی نہیں[8]

اقبالؒ زندگی کو ایک گہر اراز سمجھتے ہیں، مگر ان کے نزدیک یہ راز ذوقِ پرواز کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ زندگی کے لمحات محدود ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی کا سب سے بڑا حُسن یہ ہے کہ زندگی حرکت میں ہے۔ ان کے نزدیک وہی انسان زندہ ہے جو عمل پر یقین رکھتا ہے۔ شکست سے نہیں گھبراتا اور اپنی خودی کو پہچان کر اس محدود وقت کی قدر کرتا ہے۔ اقبالؒ زندگی کو کبھی خودی، کبھی عشق حقیقی، کبھی فقر اور کبھی انقلاب کے ساتھ تشبیہ دیتے نظر آتے ہیں۔ جس طرح وہ فرماتے ہیں:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام[۹]

*****

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب[۱۰]

علامہ اقبالؒ زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے خودی کو پہچاننے کا درس دیتے ہیں اور خودی کے حصول کے لیے زندگی کے سمندر میں غوطہ زن ہونا لازمی ہے۔ جب انسان زندگی کے اس گہرے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے تو اس کے اوپر یہ زندگی اپنے اصرار عیاں کرتی ہے۔ اس پوری دنیا میں وہی لوگ دائمی زندگی پاتے ہیں، جو اس حیات کے اسرار و رموز کو پالیتے ہیں۔ اقبالؒ دنیا کی زندگی کو بے ثبات تصور نہیں کرتے، جیسا کہ فرماتے ہیں:

سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات
ابھرتا ہے مٹ مٹ کے نقش حیات[۱۱]

تصوف کے لغوی معنی اون کا لباس پہننا کے ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں تصوف سے مراد اپنے باطن کا تزکیہ کرنا ہے۔ یعنی اپنے دل کو دنیاوی خواہشات یا کدورتوں سے پاک کر کے، خالص اللہ کی طرف رجوع کرنے کو تصوف کہا جاتا ہے۔ یہ ایک روحانی نظام فکر ہے، جس کا مقصد انسان کو اپنے خالق کے ساتھ جوڑنا ہے۔ تصوف کا مرکزی نقطہ قرب الٰہی ہے۔ جو تزکیہ نفس، اخلاص ، تقوی، صبر شکر اور عشقِ حقیقی جیسے مراحل سے گزرتے ہوئے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک تصوف دینِ اسلام سے الگ کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی ہی اصل روح ہے۔ جس میں انسان کے دل میں اللہ تعالی کی ذات کی محبت پیدا ہوتی ہے اور خدا کی محبت دراصل خلق خدا سے محبت کا ہی دوسرا نام ہے۔ صوفیا

کرام ترجیح اول اللہ کی ذات کو رکھتے ہیں یعنی دنیا کے تمام معاملات میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن میں ارشاد ہوا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ترجمہ: اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ [۱۲]

یعنی سچے مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ صرف زبان سے کلمہ نہیں پڑھتا بلکہ دل سے اسے قبول بھی کرتا ہے اور ظاہری و باطنی طور پر خدا کا کوئی شریک نہیں بناتا۔ دنیا کے تمام احکامات حکمِ الٰہی کے مطابق سر انجام دیتا ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کی خاطر بغض رکھا، اللہ کی رضا کی خاطر عطا کیا اور اللہ کے لیے روک لیا، تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ [۱۳]

تزکیہ نفس کے بغیر انسان اپنے اندر کی نجاست کو دور نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حسد، کینہ، لالچ، چوری جھوٹ، منافقت، دھوکہ اور بے چینی جیسی بیماریاں، جو اس کی زندگی کو تباہ کر سکتی ہیں۔ تزکیہ نفس کے ذریعے سے ہی ان کا علاج ممکن ہے۔ حقیقی تصوف وہی ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہو، مگر بدقسمتی سے جب تصوف قرآن کی تعلیمات سے دور ہوا، تو مختلف سماج، تہذیب اور مذہبوں کے اثر سے اس میں تبدیلی آگئی، اور بعض صوفیاء نے دنیا سے ترکِ تعلق کا نام تصوف رکھ لیا۔ تصوف کی تاریخ میں ایسے بے شمار نظریات سامنے آتے ہیں جن میں تصوف کو رہبانیت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

رہبانیت کا مطلب دنیا سے لاتعلق ہو کر یا کنارہ کشی اختیار کر کے زندگی گزارنا ہے۔ مثلاً جسمانی خواہشات کو ترک کرنا، شادی سے اجتناب، دنیاوی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر جنگلوں پہاڑوں یا مختلف خانقاہوں میں جا کر صرف عبادت و مراقبہ میں مشغول ہو جانا، رہبانیت کہلاتا ہے۔ یہ نظریہ دراصل عیسائی راہبانیت سے متاثر ہو کر بعض صوفیا کے حلقوں میں رائج ہوا۔ لیکن یہ طریقہ کار اسلامی تعلیمات کے عین منافی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کو دنیا میں رہ کر تمام تر ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے، اللہ کا خاص بندہ بننے کی تلقین کی گئی ہے۔ یعنی اسلام میں راہبانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اصل اسلامی تصوف کا نظریہ، یہ ہے کہ دل اللہ سے وابستہ ہو مگر ہاتھ دنیا میں مصروف عمل رہیں۔

علامہ اقبالؒ نے تصوف کی مختلف نظریات کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس پر تنقیدی نقطہ نظر بھی اپنایا۔ انھوں نے غیر اسلامی تصوف پر شدید تنقید کی۔ جس میں رہبانیت، ترک عمل، دنیا سے فرار اور

جمود شامل ہے۔ ان کے مطابق ایسا تصوف جو انسان کو غیر متحرک، قناعت پسند اور تقدیر پرست بنا دے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسے تصوف کو اقبالؒ نے غیر اسلامی یا عجمی تصوف کا نام دیا جس طرح فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک تصوف وجود مذہب اسلام کا کوئی جز نہیں بلکہ مذہب اسلام کے مخالف ہے اور یہ تعلیم غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں میں آئی ہے۔''[۱۴]

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''کوئی شخص تصوف وجودیہ کی مخالفت کرے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ تصوف کا مخالف ہے۔ حقیقی اسلامی تصوف اور چیز ہے تصوف وجودیہ مذہب اسلام سے قطعاً تعلق نہیں رکھتا اور مذہب ہندو سے گو تعلق رکھتا ہے۔''[۱۵]

اقبالؒ نے اپنی شاعری میں متعدد بار اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان ایک فعال قوت ہے۔ جسے اللہ نے ارادہ، اختیار اور خودی جیسی نعمتیں عطا کی ہیں۔ اقبالؒ واحد الوجود کی جگہ وحدالشعود کے نظریے کے زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ جس کے مطابق اللہ کی ذات اپنی جگہ منفرد اور بلند ہے اور انسان، اس کی مخلوق ہوتے ہوئے اللہ کے جلووں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تصوف وجودیہ کا نظریہ اپنی اصل میں روحانی اور باطنی ہے مگر اقبالؒ اس سے اُس وقت اختلاف کرتے ہیں، جب یہ نظریہ عمل کی جگہ صرف وجدان جذب اور ترک دنیا کی تعلیم دینے لگے۔ چوں کہ اقبالؒ کی صوفیانہ فکر اس سے مختلف ہے۔ وہ انسان کو خودی اور اس کی آزادی کا پیغام دیتے ہوئے، عمل کی ترکیب دیتے ہیں۔ یعنی اقبالؒ ایسے تصوف جس میں رہبانیت کا تصور پایا جاتا ہے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے اسلام کے منافی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی تصوف کے متعلق ان کی رائے کچھ اس طرح سے ہے وہ فرماتے ہیں:

تصوف کے ادویات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت قابل قدر ہے۔[۱۶]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے۔ (اور یہی مفہوم قرون اولیٰ میں اس کا لیا جاتا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔[۱۷]

وہ تصوف جو مسلمانوں کو جہاد، جدوجہد اور اجتہاد سے دور کرے، اقبالؒ اس کے سخت مخالف تھے۔ اس کے برعکس اسلامی تصوف جو کہ عشق رسول ﷺ، فقر، خودی، حرکت اور سچائی پر مبنی ہے۔، اقبالؒ نے نہ صرف اس کی تعریف کی بلکہ اسے اپنانے کا عزم بھی کیا۔ اقبالؒ کا تصوف انسان کو

با عمل، باحوصلہ اور خود دار بناتا ہے۔ اس کو اقبالؒ حقیقی اسلامی تصوف کا نام بھی دیتے ہیں۔ اقبالؒ کا صوفی دنیا سے بھاگتا نہیں ہے بلکہ دنیا کو اللہ کی امانت سمجھ کر اس میں اپنا مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ جس طرح ان کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری
ترے دین و ادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری[18]

علامہ اقبالؒ امت مسلمہ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ صرف خانقاہوں اور عبادت گاہوں تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی طرح باطل کے خلاف میدان میں اتریں، اور عملی جدوجہد کریں۔ وہ ایسے فقر کو ناپسند کرتے تھے کرتے تھے، جو صرف خانقاہ تک محدود رہے۔ کیوں کہ ایسا فقر صرف غم، تنہائی اور سستی پیدا کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے دین اور تہذیب میں آج کل ترک دنیا اور راہبانہ سوچ دکھائی دیتی ہے، جو کہ ایک زوال پذیر قوم کی نشانی ہے۔ اگر مسلمان صرف خانقاہی فقر تک محدود رہے اور عمل سے دور ہو گئے۔ تو وہ بھی دوسری مٹنے والی قوموں کی طرح ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ جس طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے![19]

تصوف اور زندگی کا تعلق فکرِ اقبالؒ میں نہایت گہرا اور معنی خیز ہے۔ چوں کہ اقبالؒ نے تصوف کو محض زہد و گوشہ نشینی کا نام نہیں دیا بلکہ اسے ایک زندہ اور عملی طرز حیات کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک حقیقی تصوف وہ ہے، جو انسان کو اپنے آپ کی پہچان کرواکے، دنیا میں کامیاب بناتا ہے۔ ان کے نزدیک تصوف محض روحانی سکون یا دنیا سے فرار کا ذریعہ نہیں بلکہ زندگی کی حقیقت کو سمجھ کر اسے جینے کا شعور عطا کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ تصوف کی اُس شکل کو پسند کرتے ہیں، جس میں تصوف انسان کو بیدار، متحرک اور باعمل بنائے۔ ان کی نزدیک اصل صوفی وہی ہے، جو دل میں اللہ کی محبت رکھتے ہوئے عقل سے رہنمائی لے، اور اپنے عمل و کردار سے دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

علامہ اقبالؒ کے نظریات کے مطابق زندگی ایک مسلسل جدوجہد اور بامقصد ہو کر جینے کا نام ہے۔ تصوف اس جدوجہد کو نورِ بصیرت عطا کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عشق یا جنوں وہ قوت ہے، جو انسان کو خدا سے جوڑتی ہے۔ انسان کی خودی کو بیدار کرتی ہے۔ عشق سے عاری زندگی محض جمود اور بے کار مشق ہے۔ اس لیے وہ ایسے تصوف کے قائل نہیں، جو انسان کو سست، قناعت پسند اور ترک دنیا کی تلقین کرے۔ اس کے برعکس وہ ایسے تصوف کے داعی رہے، جو انسان میں روحانی توانائی پیدا کر کے اس دنیا میں اپنا عظیم کردار ادا کرنے میں مدد دے۔

حوالہ جات وحواشی

---

۱ القرآن، (۶۷)۔۲

۲ ایضاً، (۱۶)۔۹۷

۳ ایضاً، (۲)۔۲۰۱

۴ مشکوۃ المصابیح: ۵۱۷۴

۵ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر کلیات اقبال اردو، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، ص: ۲۷۰

۶ ایضاً، ص: ۶۳۰

۷ ایضاً، ص: ۵۲۴

۸ ایضاً، ص: ۱۶۲

۹ ایضاً، ص: ۴۷۸

۱۰ ایضاً، ص: ۴۸۰

۱۱ ایضاً، ص: ۵۲۵

۱۲ القرآن، ۲: ۱۲۵

[13] مشکوۃ المصابیح:۳۰

[14] سید مظفر حسین برنی، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص:۵۱۵

[15] ایضاً، ص:۵۰۵

[16] ایضاً، ص:۴۷۶

[17] اقبال، علامہ، محمد، ڈاکٹر، تاریخ تصوف، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص:۱۸

[18] اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر "کلیات اقبال اردو"، ص:۸۸۱

[19] ایضاً، ص:۴۴۵